مولانا عتیق احمد بستوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دولتِ عثمانیہ
اور
مغربی مؤرخین

مدت دراز سے ہمارے مستند مورخین اور محققین کو شدت سے اس بات کا احساس ہے کہ دنیا کی اہم زبانوں میں اب تک دولت عثمانیہ کی کوئی صحیح اور مستند تاریخ مرتب نہیں ہوسکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دولتِ عثمانیہ کی تاریخ کا سب سے مکمل اور مستند مواد قدیم ترکی زبان میں ہے جس سے عموماً مورخین اور مصنفین واقف نہیں۔ اور اب تو جدید ترکی زبان اور رومن رسم الخط نے قدیم ترکی زبان وادب اور اس کے علوم وفنون کو خود ترکوں کے لئے اجنبی بنا دیا ہے۔ ترکی زبان کے بعد دولتِ عثمانیہ کی تاریخ کا سب سے اہم ماخذ یورپین مصنفین کی کتابیں ہیں۔ دورِ آخر کے عربی، ہندوستانی اور ایرانی مورخین نے دولتِ عثمانیہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا زیادہ تر ماخذ یہی عیسائی اور یورپین مصنفین کی کتابیں ہیں۔ یورپ کے مورخین نے عموماً سارے ہی عالم اسلام کی تاریخ مسخ کی ہے۔

"تاریخ اسلام کے سمندر سے جس میں موتیوں اور جواہر کی کثرت ہے انہوں نے صرف سنگریزوں کو چنا اور سجایا ہے عالم اسلام کا گلشن جس میں رنگ برنگے خوشبودار پھولوں کی کمی نہیں۔ اس میں ان کی نظر محض چند کانٹوں ہی پر پڑتی ہے۔ انہوں نے تحقیق، ریسرچ اور معروضی مطالعہ کے نام پر اسلامی تاریخ کی واقعی غیر واقعی خامیوں کو اکٹھا کیا ہے۔ اور اسلامی تاریخ کے سینکڑوں تابناک پہلوؤں اور قابلِ رشک واقعات پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ ان کا یہ متعصبانہ برتاؤ ویسے تو پوری تاریخ اسلام کے ساتھ ہے لیکن بعض تاریخی اور سیاسی محرکات کی بنا پر انہوں نے دولتِ عثمانیہ کی تاریخ پر مشقِ ستم کیا ہے۔

ترکوں سے عداوت کا پس منظر

صدیوں تک دولت عثمانیہ یورپ کی استعماری طاقتوں کی راہ میں سدِ سکندری بنی رہی۔ دولت عثمانیہ کے قیام سے پہلے مسیحی اقوام برابر عالم اسلام کی طرف پیش قدمی کر رہی تھیں۔ عرب کے ساحلی علاقوں پر ان کی تاخت وتاراج جاری تھی۔ شام کے ساحلی شہر ان کا

خصوصی نشانہ تھا۔ یورپ کی مسیحی اقوام کا متفقہ فیصلہ تھا کہ جلد از جلد بیت المقدس پر قبضہ کر کے عیسائی حکومت قائم کی جائے۔ کیونکہ بیت المقدس عیسائیوں کا مذہبی شہر ہے۔ عالم اسلام کی خانہ جنگیوں اور لامرکزیت نے اس کا بہترین موقع بھی فراہم کر دیا تھا۔ لیکن ترکوں نے آکر ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ اور سامنے کے شکار سے انہیں محروم کر دیا۔ انہوں نے نہ صرف مسیحی اقوام کو اسلامی سرحدوں سے مار بھگایا بلکہ یورپ میں پیشقدمی شروع کر دی۔

محمد الفاتح نے قسطنطنیہ پر فتح حاصل کر کے پورے یورپ میں صف ماتم بچھا دی۔ کیونکہ قسطنطنیہ کے فتح ہونے کے بعد پورا یورپ ترکوں کی زد میں آگیا۔ عثمانی مجاہدین کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے ویانا (آسٹریا کی راجدھانی) کے در و دیوار بھی لرزنے لگے۔ سمندروں کی حکمرانی بھی اہل یورپ سے چھن گئی۔ عثمانی بحری بیڑہ نے یورپ کے متحدہ بحری بیڑہ کو شکست دی۔ ان تاریخی عوامل کی بنا پر یورپ کے بچے بچے کے دل و دماغ ترکوں کی عداوت اور نفرت رچ بس گئی۔ یورپ کے مصنفین و مؤرخین کے لئے ترکوں کے بارے میں انصاف سے کام لینا ممکن نہ رہا یورپ کی فضاؤں میں ترک دشمنی کے جو کثیر جرائم پھیلے ہوئے تھے اُن کا ہر یورپین مصنف و محقق پر اثر انداز ہونا بالکل ایک قدرتی اور فطری بات تھی۔

اسی پس منظر کی بنا پر ہمارے چوٹی کے مسلمان محققین نے بار بار یہ بات لکھی کہ ترکوں کی تاریخ کے بارے میں یورپی مصنفین کی تحریروں پر اعتماد کرنا کسی طرح قرین عقل و قیاس نہیں ہے بلکہ بعض حقیقت پسند یورپین مصنفین نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ شبلی کا تجزیہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے "سفر نامہ روم و مصر و شام" کے آغاز ہی میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے موصوف لکھتے ہیں :۔

> میں نے اگرچہ اس کتاب میں ترکوں کی تمدنی یا ملکی حالت سے کچھ بحث نہیں کی تاہم اس کتاب کو پڑھ کر ناظرین کے دل میں ترکوں کی تہذیب و شائستگی کا جو درجہ قائم ہوگا وہ اس سے مختلف ہوگا جو یورپ کے عام لٹریچر سے ظاہر ہوتا ہے۔ یورپ نے کسی زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف جو خیالات قائم کر لئے تھے ایک مدت تک وہ اعلانیہ اس طریقہ سے ظاہر کئے جاتے تھے کہ مذہبی تعصب کا رنگ صاف نظر آتا تھا، اور اس وقت قبولِ عام کا یہی بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ لیکن جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی تعصب بالکل بے اثر ہو گئے تو اس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف صاف متعصبانہ الفاظ لکھے

جائیں۔ بلکہ بجائے اس کے یہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ اسلامی حکومتوں اسلامی قوموں اسلامی معاشرت کے عیوب تاریخی پیرایہ میں ظاہر کئے جائیں۔ اور عام تصنیفات، قصوں، ناولوں، ضرب المثلوں کے ذریعہ سے وہ لٹریچر میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ تحلیل کیمیاوی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی قوموں سے برتا جاتا ہے لیکن اس وقت ہمیں خاص ترکوں سے بحث ہے۔ یورپین لٹریچر پڑھ کر ترکوں کی نسبت تحقیر کے خیالات نہ پیدا ہونا بعینہٖ ایسا ہے جیسا خواب آور دوا کھا کر نیند کا نہ آنا۔ یورپ میں مصنفین کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس وجہ سے ان میں متعصب، نیک دل، ظاہر بین، دقیق النظر ہر درجہ اور ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ لیکن ترکوں کے ذکر میں وہ اختلاف مدارج بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ہر ساز سے وہی ایک آواز نکلتی ہے۔

کسی قوم یا کسی شخص کے قابل مدح یا ذم ثابت کرنے کا یہ نہایت آسان طریقہ ہے۔ کہ اس کے حالات و واقعات کی یک رخی تصویر کھینچی جائے اور انصاف یہ ہے کہ یورپ نے اس فریب آمیز طریقہ کو دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ برتا ہے، بے شبہ یورپ میں ایسے فیاض دل بھی ہیں جن کو تعصب سے کچھ واسطہ نہیں لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات میں انہوں نے پرورش پائی ہے ان کے گرد و پیش معلومات کا جو سرمایہ ہے، جو آوازیں ہر طرف سے ان کے کانوں میں آتی ہیں ان چیزوں کے مقابلہ میں ان کی بے تعصبی بھی کچھ کام نہیں دیتی۔

طرہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عام شاہراہ سے الگ ہو کر کچھ کہا یا لکھا تو یورپ کے نقار خانے میں اس کی آواز طوطی کی آواز سمجھی جاتی ہے ایک انگلش شہزادی نے پندرہ سولہ برس قسطنطنیہ میں رہ کر "دوازدہ سالہ حکومت عبدالحمید ثانی" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اگرچہ اس کے اعتبار کے لئے مصنفہ کی علمی لیاقت، پندرہ سولہ برس کا تجربہ، دریافت حالات کے صحیح وسائل یہ تمام قرائن موجود تھے لیکن چونکہ ترکی کی عیب جوئی میں یورپ کی ہم زبان نہ تھی، اس کو استناد اور اعتماد کا درجہ حاصل نہ ہو سکا۔ ہم نے تعلیم یافتہ اصحاب کو یہ کہتے سنا کہ عجب نہیں کہ یہ کتاب فرضی مصنف کے نام سے خود ترکوں نے لکھی ہو یا اس انگلش شہزادی کو سلطانی

انعامات نے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہو۔ لیکن یہ کتاب اگر ترکوں کے معائب میں ہوتی تو (ان اشخاص کے نزدیک) اس کا ہر حرف قطعی و یقینی ہوتا۔ پروفیسر ویمبری نے اپنے محققانہ تجربہ سے ترکوں کی تہذیب و شائستگی پر جو مضامین لکھے وہ بھی اسی وجہ سے بے اثر ہے کہ پروفیسر مذکور نے ترکوں کی موجودہ ترقی کا اعتراف کیا تھا۔" (سفرنامہ روم و مصر و شام صہ ۲ تا ۴ مختصراً)

مولانا ابوالکلام آزاد کا جائزہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اپنے شعلہ بار قلم سے لکھتے ہیں :-

"ہم کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں ہی کی جماعت وہ بدقسمت جماعت ہے جس کے لئے کوئی یورپین دماغ منصف نہیں ہوسکتا یورپ کا پچھلا مورخ ہو، خواہ موجودہ عہد کا مدبر وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کی مدح و توصیف کرسکتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں، لیکن ان ترکوں کی نہیں کرسکتا جن کی تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کے لئے چمکتی رہی ہیں۔ وہ خلافت بنو امیہ کی ایک بہتر تاریخ لکھ سکتا ہے۔ عباسیہ کے دور علم و تمدن کی مدح سرائی کرسکتا ہے۔ صلاح الدین ایوبیؒ تک کو ایک بت کی طرح پوج لے سکتا ہے۔ لیکن وہ ان ترکوں کے لئے کیونکر انصاف کرسکتا ہے جو نہ تو عرب پر قانع ہوئے نہ ایران و عراق پر۔ نہ شام و فلسطین کی حکومت انہیں خوش کرسکی، نہ وسط ایشیا کی۔ بالکل تمام مشرق سے بے پروا ہو کر یورپ کی طرف بڑھے۔ اس کے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا، اور اس کی اندرونی آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کی طرح درآئے حتیٰ کہ دارالحکومت آسٹریا کی دیواریں ان کے جولانِ قدم کی ترکتازیوں سے بار بار گرتے گرتے بچ گئیں۔

ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو یورپ کبھی معاف نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں کا کوئی موجودہ حکمران خاندان اس جرم (فتح یورپ) میں ان کا شریک نہیں ہے اس لئے ہر حکمراں مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہ ہوسکا مگر ہر ترک وحشی و خونخوار ہے اس لئے کہ یورپ کا طلسم سطوت اس کی شمشیر بے نیام سے ٹوٹ گیا۔"

(مسئلہ خلافت اور جزیرہ عرب صہ ۱۲۱)

عالم اسلام کے مشہور مصنف و محقق محمد جلال کشک لکھتے ہیں :-

"اگر ہم دولت عثمانیہ کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ رائے قائم کرنا چاہتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ اہل یورپ کی تحریروں اور آراء سے ہٹ کر حقائق کی تلاش کریں کیونکہ دولت عثمانیہ صلیبی یورپ کے مقابلہ میں آخری اسلامی دیوار تھی جس نے براہ راست عالم اسلام پر صلیبی حملوں کو کم از کم تین صدیوں تک روکے رکھا اور عالم عرب کو چار صدیوں تک یورپین استعمار کے چنگل سے بچائے رکھا۔

قسطنطنیہ جس نے نو صدیوں تک اسلامی حملوں کا مقابلہ کیا تھا۔ اس پر دولت عثمانیہ نے فتح حاصل کر کے ہر یورپین صلیبی کے دل میں خونچکاں زخم پیدا کر دیا یہ زخم اسی وقت پر ہوا جب چار صدیوں تک ایا صوفیا کے میناروں میں اذان کی آوازیں گونجنے کے بعد از سر نو وہاں صلیبیوں کی واپسی ہوئی۔ دولت عثمانیہ ہی نے ویانا کے دروازوں پر دستک دی۔ مشرقی یورپ کو فتح کیا تھی کہ "ترکی" (جو عموماً اہل یورپ کے یہاں مسلمان کے مترادف ہے) کہہ کر اہل یورپ اپنے بچوں کو ڈراتے تھے اس پس منظر میں یہ بالکل فطری بات تھی کہ دولت عثمانیہ غیر علمی اور غیر منصفانہ پروپیگنڈوں کا نشانہ بنے صلیبی جنگیں جن کا آغاز گیارہویں صدی میں ہوا اس کے علمبردار ابتداً پرتگالی اور اسپینی تھے۔ اس کے بعد پورا یورپ اس میں شامل ہو گیا۔ یہ صلیبی جنگ ایک ایسی زبردست اسلامی موج سے ٹکرائی جس نے اسلام کو مسیحی سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچالیا، اس تصادم اور مڈبھیڑ نے پورے یورپ میں دولت عثمانیہ کے خلاف کینہ و عداوت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

اس توجیہ و تشریح سے قطع نظر ہم دیکھتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی کے اواخر سے دولت عثمانیہ کی حیثیت اس شکار کی سی تھی جو استعماری بھیڑیوں کے سامنے آپس میں تقسیم کرنے، نوچنے اور نگل جانے کے لئے ڈال دیا گیا ہو ۔۔ ہر استعماری طاقت دولت عثمانیہ سے ٹکرائی اور اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیتی تھی۔ فرانس نے شمالی افریقہ اور ساحل شام میں یہ کام کیا۔ برطانیہ نے جزیرۃ العرب کے جنوبی حصہ خلیج، مصر، افریقہ، عراق میں، اٹلی نے طرابلس میں، روس نے اپنی سرحدوں سے ملے ہوئے علاقوں میں۔

اس صورت حال میں یہ بات بالکل طبعی تھی کہ یہ استعماری بھیڑیئے دولت عثمانیہ

کے ختم کرنے اور اس کے حصے بخرے کرنے کے لئے کوئی انسانی اور ترقی پسندانہ جواز پیش کرتے، ان کے لئے یہ کہنا ضروری تھا کہ یہ شکار رجعت پسند، کریہہ اور باقی رہنے کے قابل نہیں ہے۔ تاکہ اس پر ان کا حملہ ایک شریفانہ انسانی عمل اور انسانیت کی ترقی کا ایک قدم اور مظلوم اقوام کو ترکی کے مظالم سے رہائی کا ذریعہ قرار پائے — ان وجوہ سے ہمارے لئے لازم ہے کہ دولتِ عثمانیہ کے بارے میں استعماری اور صلیبی اہلِ قلم نے جو رائیں قائم کی ہیں اور دولتِ عثمانیہ کی جو خوفناک تصویر پیش کی ہے انہیں ہم مسترد کردیں۔ کیونکہ دولتِ عثمانیہ عہدِ ماضی میں اور اب بھی علمی اور فکری حملوں کا نشانہ بنی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے کہ تاریخ میں دولتِ عثمانیہ کا کیا مقام ہے؟ دولتِ عثمانیہ کا قیام کیسے ہوا اور کیوں ہوا؟ اور اس کا زوال کس طرح ہوا؟"

(القومیۃ والغزو الفکری ص ۱۰۹ تا ۱۱۱ مختصراً)

برنارڈ لوئس کا اعترافِ حقیقت برنارڈ لوئس مستشرقین میں مشرقِ وسطیٰ اور ترکی کے موضوع پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں، انہوں نے "اسلام" کے موضوع پر اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے:-

"یورپ میں لکھی گئی اسلامی تہذیب اور تمدن سے متعلق کتابیں زیادہ تر ایسے حضرات نے لکھی ہیں جو اصل مآخذ کی زبان سے ناواقف تھے۔ یورپ میں مسلمانوں کی فتوحات میں دور رس اثرات کے اعتبار سے عثمانی ترکوں کی فتوحات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ عثمانی حملوں اور فتوحات کا آغاز چودھویں صدی سے ہوتا ہے۔ عثمانی فتوحات نے یورپ کے بڑے حصے کو یونان، بلقان، ہنگری اور پولینڈ تک اسلامی حکومت کے زیرِنگیں کر لیا۔ یورپی تاریخ کی زیادہ تر کتابیں ان ممالک میں عثمانی حکومت اور اس کے اثرات کو مسخ کرکے پیش کرتی ہیں۔ یہ کتابیں خالصۃً مغربی شواہد پر مبنی ہیں۔ جو زیادہ تر ناقص، گھڑی ہوئی اور غیر معتبر ہیں۔ ان کتابوں میں تاریخ یورپ میں ترکوں کے رول کی افسوسناک حد تک گمراہ کن تعبیر ملتی ہے۔"

(معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۸۳ء ص ۲۶۰ مقالہ اکمل ایوبی بعنوان "مستشرقین اور تاریخ ترکی")

سلطان عبدالحمید خان ثانی کے خلاف پروپیگنڈہ صلیبی، یورپین مصنفین نے ویسے تو پوری دولتِ عثمانیہ کی تاریخ کو مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن مختلف اسباب کی بنا پر انہوں نے سب سے زیادہ

سلطان عبدالحمید ثانی کو اپنے پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا۔ کیونکہ سلطان عبدالحمید ثانی اس وقت دولت عثمانیہ کے تخت پر متمکن ہوئے جب یہ وسیع سلطنت اپنے زوال کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ یورپ کی استعماری طاقتیں اسے اب "مردِ مریض" سمجھ کر اس کا ترکہ تقسیم کرنے کے لئے مشورے شروع کر چکی تھیں۔ سلطان عبدالحمید کے تخت نشین ہونے کے بعد ان کی دوا اور تدبیر کی بدولت ترکی کے "مردِ بیمار" نے سنبھالا لیا۔ اس کی توانائیاں لوٹنے لگیں۔ تحریک اتحادِ اسلامی کی وجہ سے یہ امید پیدا ہوگئی کہ عالمِ اسلام متحد ہو کر یورپ کے سیلاب کے مقابلہ میں سدِ سکندری قائم کر دے گا۔ اور یورپ کے سامراجی عزائم خاک میں مل جائیں گے۔ یورپ کے مساوات و حریت کے علمبردار ممالک جو ترکی کے "مردِ بیمار" کا ترکہ تقسیم کرنے کے لئے بے چین تھے۔ اس نئی صورتحال سے پریشان ہو گئے۔ انہوں نے باہم مشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ اس "طبیب" ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جس کی دواؤں اور تدبیروں سے "مردِ بیمار" کی صحت بحال ہو رہی ہے اور توانائی لوٹ رہی ہے یا کم از کم "طبیب" کے اخلاص و ہمدردی کے بارے میں مریض کے دل میں شبہات پیدا کر دئے جائیں۔ تاکہ مریض اس کی دوا کا استعمال ترک کرکے جلد اپنی موت مر جائے۔ اس منصوبہ کے تحت مغربی اہل قلم اور مغربی صحافت نے سلطان عبدالحمید ثانی کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم بڑے زوروں سے جاری کر دی اور سلطان عبدالحمید کو دولتِ عثمانیہ کے اندر اور اس کے باہر بدنام کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا جس میں آخر کار انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ مغرب زدہ مسلم مصنفین نے بھی اپنے "استادوں" کے سُر میں سُر ملایا۔ اور سلطان کی کردار کشی کی مہم میں پورا حصہ لیا۔ ایک مدت تک تو پروپیگنڈہ کا جادو پورا کام کرتا رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ انصاف پسند مورخین کو اس بے انصافی کا احساس ہوگیا اور انہوں نے حقائق سے پردہ اٹھانا شروع کیا۔

انوار الجندی لکھتے ہیں:۔

> "خلافت اسلامیہ استعمار اور صیہونیت کا ایک اہم نشانہ رہی جب دولت عثمانیہ ضعف کے انتہائی مراحل سے گذر رہی تھی اور یورپ کے ممالک ترکی "مردِ بیمار" کو ختم کرنے اور اس کا ترکہ باہم تقسیم کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ اس وقت سلطان عبدالحمید نے اتحادِ اسلامی کا جھنڈا بلند کرنے اور دولتِ عثمانیہ سے باہر کے مسلمانوں کو متحد بنا کر مغربی استعمار کی راہ میں بڑی دیوار قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس کی تحریک کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ سلطان نے مسلمانوں کے فکری، سیاسی، اجتماعی اتحاد پر زور دیا۔ قریب تھا کہ عالم اسلام پر تسلط قائم کرنے کا سامراجی منصوبہ اور فلسطین پر قبضہ کرنے کا صیہونی منصوبہ ناکام ہو جائے۔

اسی وقت سے دشمن اسلام طاقتوں نے سلطان عبدالحمید ثانی پر زبردست حملے شروع کردئے اور طرح طرح کے الزامات کی بھرمار کردی جن میں سب سے ہلکا استبداد (ڈکٹیٹر شپ) کا الزام تھا۔ مغربی استعمار کی سازشوں سے بےخبر بہت سے محققین اور اہل قلم بھی وہی الزامات دہرانے لگے۔ مغربی استعمار نے خفیہ ماسونی تنظیموں کے ذریعہ جو سالونیکا میں انجمن اتحاد و ترقی پر حاوی تھیں۔ سلطان عبدالحمید کو ختم کرنے کی سازش کی۔ اور سلطان کی معزولی میں کامیاب ہونے کے بعد ماسونیوں کی سازش سے طرابلس الغرب اٹلی کے جنگل میں چلا گیا فلسطین یہودیوں کے حوالے ہو گیا۔ انہیں وہاں قیام کی اجازت مل گئی اور ترکوں اور عربوں کو لڑوا دیا گیا۔ (تاریخ الاسلام فی مواجہۃ التحدیات ص ۲۴۶)

ڈاکٹر احسان حقی لکھتے ہیں۔

دولت عثمانیہ کے تخت پر یکے بعد دیگرے چھتیس سلاطین آئے ان میں ہر طرح کے سلاطین تھے۔ اچھے بھی برے بھی، کامیاب بھی ناکام بھی۔ عادل بھی ظالم بھی لیکن تاریخ نے سلطان عبدالحمید ثانی کی طرح کسی دوسرے کی تصویر نہیں بگاڑی اور نہ سلطان کی طرح کسی دوسرے کو خوفناک حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دشمن طاقتور عظیم بادشاہ سے ڈر کر اس پر الزام تراشی اور بدگوئی کی جرأت نہیں کرتے تھے اور کمزور بادشاہ کو حقیر سمجھ کر جرح و تنقید کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ سلطان عبدالحمید کا معاملہ بالکل الگ تھا۔ طاقتور اور عظیم ہونے کی وجہ سے دشمنوں نے اس کے دور حکومت میں تو اس کے ساتھ بظاہر عزت و الا برتاؤ ہی کیا اور اس سے ڈرتے رہے مگر معزول ہونے کے بعد اس کی کردار کشی اور بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی انجمن اتحاد و ترقی کے ممبران کے لئے اور جن لوگوں نے عبدالحمید ثانی کو معزول کرنے میں فکری یا عملی حصہ لیا تھا ان سب کے لئے ضروری تھا کہ اپنے عمل کا جواز ثابت کرنے کے لئے پروپیگنڈے کے فن سے کام لے کر ایسی افواہیں خوب پھیلائیں جن سے اس عظیم سلطان کی رسوائی ہو اور عالمی برادری خصوصاً عثمانی قوم میں اس کی بدنامی ہو اس کی شہرت داغدار ہو۔ دشمن اسلام اہل مغرب جو اسلامی فکر اور اسلامی اتحاد سے ہراساں تھے۔ انہوں نے سلطان کے خلاف پروپیگنڈہ میں انجمن اتحاد و ترقی کی بھرپور مدد کی۔ سلطان عبدالحمید کی معزولی کے بعد ایک طویل عرصہ تک زمام اقتدار

سلطان کے مخالفین کے قبضہ میں رہی، ان کے خلاف کچھ بولنا ممکن نہیں تھا۔ مسلسل پروپیگنڈہ سے عوام خصوصاً نوجوان طبقہ (جو اکثر و بیشتر یقین کر لیتا ہے اور صحیح غلط میں تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتا) کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ سلطان عبدالحمید کے بارے میں جو کچھ کہا جا رہا ہے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ چنانچہ وہ لوگ مسلمہ حقیقت کی طرح ان افواہوں پر یقین کر بیٹھے اس کے بعد نئی نسل آئی جس نے سلطان عبدالحمید کا دور خود نہیں دیکھا تھا اور نہ اس دور کے بارے میں اسے براہ راست معلومات تھیں۔ ان کا ذریعہ معلومات سلطان عبدالحمید کے ترک اور مغربی دشمنوں کی تحریریں تھیں اس کے علاوہ ان کے پاس معلومات کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا چنانچہ نئی نسل ان خیالی فرضی معلومات کو جو دشمنانِ عبدالحمید کی تصنیف کردہ تھیں تاریخ سمجھ کر نقل کرنے لگی۔

سلطان عبدالحمید کے بارے میں بہ کثرت کتابیں لکھی گئیں حتیٰ کہ اس دور میں سلطان کے بارے میں لکھنا کمائی کا ایک ذریعہ بن گیا تھا۔ اور جو مصنف سلطان کے بارے میں جس قدر خیالی افسانے اور بے سر و پا تعجب خیز الزامات تراشتا، اس کی کتاب کی اشاعت اسی قدر زیادہ ہوتی۔ اس دور میں جنہوں نے سلطان کے بارے میں قلم اٹھایا سب نے صرف عداوت، بغض، شماتت کے سرچشمہ سے اپنی معلومات حاصل کیں۔ پھر بعد میں لکھنے والوں نے پہلے والے سے تحقیق و تنقیح کے بغیر ہر طرح کی روایات لے لیں جس کی وجہ سے سلطان کی صورت مسخ ہو کر رہ گئی۔

ابتداءً سلطان کے بارے میں لکھنے والے دو طرح کے لوگ تھے، یا تو خود غرض مفاد پرست لوگ تھے (جو اپنی غرض کے لئے ہر سچی جھوٹی بات کی اشاعت کرتے ہیں) یا کرائے والے اہل قلم تھے۔ ان لوگوں نے سلطان کی ایسی تصویر کھینچی جو درندوں سے زیادہ بدنما اور خوفناک تھی حتیٰ کہ سلطان عبدالحمید السلطان الاحمر (خونخوار سلطان) کے لقب سے مشہور ہو گیا۔

لیکن سلطان کی معزولی پر تقریباً ایک صدی گزرنے کے بعد جب "انجمن اتحاد و ترقی" اور "خلافت اسلامیہ" قصہ پارینہ بن چکے ہیں اور عثمانی ایمپائر کا خاتمہ کرنے کے بعد اہل مغرب کو بھی فکر نہیں ہے کہ سلطان عبدالحمید یا دوسرے ترکی کے سلاطین کے بارے میں کیا رائے

قائم کی جارہی ہے۔ اب ذہن کھلنے لگے اور محققین و دانشوروں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ تاریخ کا بے لاگ غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے۔ اب تحقیق سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ سلطان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ایک قسم کا پروپیگنڈہ تھا۔

(تاریخ الدولۃ العثمانیہ ص ۱۱،تا ۲۷۷)

الحمدللہ عربی زبان میں دولت عثمانیہ کی تاریخ اور کارناموں کے بارے میں کافی کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور شائع ہوتی جارہی ہیں۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالعزیز محمد الشناوی کی کتاب "الدولۃ العثمانیہ دولۃ اسلامیہ مفتری علیہا" خاص طور سے قابل ذکر ہے اس کتاب کی تین ضخیم جلدیں ۱۹۸۳ء تک شائع ہوچکی تھیں۔ اس کتاب میں دولت عثمانیہ کے خلاف کئے جانے والے پروپیگنڈوں کا تحقیقی اور دستاویزی جوابات ہیں۔

دولت عثمانیہ کے آخری دور خصوصاً سلطان عبدالحمید ثانی کے عہد کے بارے میں مغربی اور صیہونی اہل قلم نے زیادہ پروپیگنڈہ کیا اور سلطان عبدالحمید ثانی کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن اب حقائق سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ سلطان عبدالحمید ثانی کی دو ڈائریاں جن میں سے ایک انہوں نے تخت سلطنت پر متمکن ہونے کے زمانہ میں لکھی اور دوسری معزولی کے بعد تحریر کی۔ یہ دونوں ڈائریاں پہلے ترکی زبان میں شائع ہوئیں اس کے بعد عربی زبان میں دونوں کی اشاعت ہوچکی ہے۔ ان دونوں ڈائریوں نے بہت سے ان حقائق کو بے نقاب کیا ہے جو پروپیگنڈہ کی دبیز تہوں کے نیچے چھپے ہوئے تھے ان دونوں ڈائریوں کے ذریعہ مؤرخین کے سامنے بہت سے چونکا دینے والے انکشافات آئے۔ کچھ عرب مؤرخین نے سلطان عبدالحمید ثانی کے دور سلطنت اور ان کی خدمات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ کسی نے سلطان عبدالحمید کی مشہور تحریک اتحاد اسلامی پان اسلام ازم کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا اور کسی نے مسئلہ فلسطین کے بارے میں سلطان عبدالحمید ثانی کے موقف پر کتاب تصنیف کی اس طرح عربی زبان میں دولت عثمانیہ کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے متعدد کامیاب کوششیں ہوئیں لیکن اردو زبان کا دامن ابھی تک ایسی کتابوں سے خالی ہے نصف صدی پہلے تک دولت عثمانیہ کی تاریخ کے جو مراجع میسر تھے انہیں پر مبنی کتابیں اور مقالات اب بھی دولت عثمانیہ کی تاریخ خصوصاً سلطان عبدالحمید ثانی کے عہد کے بارے میں جو نئے مراجع مہیا ہوچکے ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھا کر دولت عثمانیہ کی تاریخ لکھی جائے۔ مغربی مؤرخین کے پروپیگنڈے کو بے اثر بنانے کے لئے دولت عثمانیہ کی صحیح تاریخ اور اس کے کارنامے سپرد قلم کئے جائیں اور اردو خواں نسل کو بتایا جائے کہ اسلام دشمن طاقتیں کن کن راہوں سے اسلامی تاریخ پر حملہ کرتی ہیں اور مسلمان کس سادہ لوحی کے ساتھ اسلام دشمن طاقتوں کے پروپیگنڈہ کے شکار ہوجاتے ہیں دولت عثمانیہ کی تاریخ اگر صحیح طور پر مرتب ہوجائے تو اس میں مسلمانوں کیلئے کافی سرمایہ عبرت موجود ہے اس کا مطالعہ کرکے مسلمان اسلام دشمن طاقتوں، باریک چالوں سے واقف ہوسکتے ہیں اور مستقبل میں انکی سازشوں کا شکار ہونے اور ان کے آلہ کار بننے سے بچ سکتے ہیں ☆